ڈاکٹر محمد وسیم انجم
صدر شعبہ اردو، وفاقی اردو یونیورسٹی، اسلام آباد

اقبال کی اردو غزل

Dr Muhammad Wasim Anjum

Head, Department of Urdu, Federal Urdu University, Islamabad.

Iqbal's Urdu Ghazal

Allama Iqbal is considered as one of the greatest poets of twentieth century. He is a poet, philosopher as well as a political leader. He has played an eminent role in making Indian Muslims aware of the importance of freedom. His poetry has been translated in different languages of the world. He presented his thought in different genres of poetry. He is also one of the best ghazal poets of Urdu. This article presents his thought and art of his urdu Ghazals.

غزل اُردو شاعری کی نہ صرف قدیم ترین اور مقبول ترین صنف ہے بلکہ سب سے ترقی یافتہ صنف بھی۔ اسی بنا پر پروفیسر رشید احمد صدیقی نے غزل کو اُردو شاعری کی آبرو قرار دیا ہے(۱)۔ اگر چہ مختلف زمانوں میں شاعری کی بعض دوسری قسمیں بھی اردو میں بہت مقبول رہی ہیں لیکن نہ تو ان کی مقبولیت غزل کی مقبولیت کا مقابلہ کر سکی نہ غزل کی مقبولیت کو نقصان پہنچا سکی۔ ایسا نہیں ہے کہ غزل پر کبھی بُرا وقت نہیں آیا یا کبھی غزل کی مخالفت نہیں کی گئی بلکہ بیسویں صدی کے پہلے نصف حصے میں غزل کے بڑے بڑے مخالف پیدا ہوئے لیکن ان کی مخالفت غزل کی مقبولیت کو ختم نہ کر سکی (۲) اور غزل اپنی تاریخ کے ہر دور میں مقبولیت کے ساتھ زندہ رہی اور غالباً ہمیشہ زندہ رہے گی۔

عہدِ حاضر میں اُردو شاعری کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، غزل اور نظم، قصیدہ، مثنوی اور مرثیہ وغیرہ بھی نظم ہی کی قسمیں ہیں لیکن پرانے زمانے میں نظم نگار کو صرف نظم نگار کہنے کی بجائے قصیدہ گو، مثنوی گو، اور مرثیہ گو کہتے تھے۔ عہدِ حاضر کا اردو نظم نگار جو قصیدہ، مثنوی اور مرثیے وغیرہ کی شکلوں میں نظمیں نہیں کہتا بلکہ دوسری نئی شکلوں میں نظمیں کہتا ہے صرف نظم نگار کہلاتا ہے۔

غزل اور نظم میں دو بنیادی فرق ہیں ایک تو یہ کہ نظم کسی ایک موضوع پر لکھی جاتی ہے جبکہ غزل کسی ایک موضوع پر نہیں لکھی جاتی۔ غزل میں ہر شعر کا موضوع الگ الگ ہوتا ہے البتہ غزلِ مسلسل کسی ایک موضوع پر ہوتی ہے لیکن اردو میں غزلِ مسلسل کم

لکھی جاتی ہے۔غزل اور نظم کا دوسرا بنیادی فرق یہ ہے کہ غزل کی شکل ایک ہوتی ہے جبکہ نظم کی بہت سی شکلیں ہوتی ہیں۔

اردو کے کئی شاعر صرف نظم نگاری کے لئے شہرت اور اہمیت رکھتے ہیں گو ان میں سے بیشتر نے غزلیں بھی کہی ہیں لیکن اردو میں کچھ شعراء ایسے بھی ہیں جن کا مرتبہ نظم و غزل دونوں میں بہت اونچا ہے۔اقبالؒ اردو کے ایسے ہی شاعروں میں سے ہیں(۳)۔

اقبالؒ کی نظموں کی طرح ان کی غزلیں بھی اردو کے دوسرے شاعروں کی غزلوں سے بہت مختلف ہیں۔ایک تو موضوع کے اعتبار سے، دوسرے زبان و بیان کے اعتبار سے، تیسرے لہجے کے اعتبار سے۔

اقبالؒ کی غزلوں کا موضوع یا تو ان کا خاص فلسفہ زندگی اور اس فلسفے سے تعلق رکھنے والے اجزاء مثلاً خودی، عشق، عقل، عمل، فقر، تقدیر، شاہین وغیرہ سے متعلق خیالات ہیں یا قوموں کے عروج و زوال، مشرق و مغرب کے فرق، قومی اور بین الاقوامی حالات پر تبصرے، تاریخ اسلام اور تاریخ انسانی پر تنقید، فلسفہ و حکمت کے متعلق باریک باتیں غرض کہ موضوعات کے اعتبار سے اقبالؒ کی غزلوں کی دُنیا اردو کے دوسرے شعراء کی دُنیا سے بڑی حد تک مختلف ہے۔

اسی طرح غزلوں میں جس زبان و بیان سے اقبالؒ نے کام لیا ہے وہ بھی دوسرے غزل گو شاعروں کی زبان و بیان سے مختلف ہے۔ایسا ہونا ضروری بھی تھا اور فطری بھی ہے کیونکہ زبان اور اندازِ بیان، موضوعات اور خیالات کے مطابق اختیار کرنا پڑتا ہے۔ہلکی پھلکی باتوں کے لئے ہلکا پھلکا اور سیدھا سادا اندازِ بیان مناسب ہوتا ہے۔گہرے خیالات و نظریات کے لئے زبان و بیان میں وہ تبدیلیاں لانی پڑتی ہیں جو غالب اور اقبالؒ لائے۔زبان کے معاملے میں اقبالؒ کا ایک انقلابی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض پرانے الفاظ کے معنی بدل دیے جیسے خودی، بیخودی اور عشق وغیرہ اور کئی جگہ نئے الفاظ یا نئی علامتوں سے کام لیا مثلاً شاہین، لالہ وغیرہ۔اقبالؒ کی غزلوں کا لہجہ بھی اردو کے دوسرے تمام شاعروں کے لہجے سے مختلف ہے۔ان کی غزلوں میں اُمید اور حوصلے کی باتوں کا لہجہ ہے۔جس میں رجائیت (اُمید پسندی) ملتی ہے۔ان کے لہجے میں اُمنگ اور ترنگ (موج، لہر، جوش) کی کیفیت محسوس ہوتی ہے(۴)۔اقبالؒ مسلمانوں کو ان کے اصل مقام سے آگاہ کرتے ہیں۔ان کا لہجہ ناصحانہ، مفکرانہ اور حکیمانہ ہے(۵)۔آپ ایک ایسی صدی کے حکیم و شاعر ہیں جس میں مسلمانوں کا سیاسی انحطاط انتہا تک پہنچ چکا تھا۔ان کے سامنے قوم کی تعمیر نو کا اہم مسئلہ موجود تھا۔اس غرض سے انہوں نے تمام ایسے عناصر کا سراغ لگانے کی کوشش کی جو ان کے نزدیک مسلمانوں کے قوائے حیات کے تعطل کا باعث ہوئے۔ان کے زمانے میں عالمِ اسلام پر جو افسردگی اور غنودگی طاری تھی اس کو دُور کرنے کے لئے انہیں ایسے افکار کی ضرورت تھی جو قوت و توانائی اور جوش و ولولہ پیدا کرسکتی (۶)۔یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلوں میں زندگی کے مصائب اور مشکلات کا احساس ضرور ملتا ہے۔لیکن مصائب اور مشکلات کی طرف ان کا رویہ فاتحانہ اور مجاہدانہ ہے۔ان کی شاعری شکست خوردہ انسان کی شاعری نہیں ہے۔غرض کہ اقبال کی غزلوں کے ذریعے اُردو غزل ایک نئے رنگ سے آشنا ہوتی ہے(۷)۔

اقبال نے اُردو زبان کے تقریباً سبھی شعراء کی طرح شاعری کا آغاز غزل گو کے طور پر کیا (۸)۔ان کی عمومی شہرت کی بنیاد ان کی اُردو شاعری تھی۔تاہم بحیثیتِ مجموعی ان کی شاعری پر نظر ڈالیں تو کمیت و کیفیت، دونوں کے اعتبار سے اقبال کا فارسی کلام، ان کے اُردو کلام پر حاوی ہے(۹)۔ان کی اہم شعری تصانیف فارسی میں ہیں اور جو اُردو میں ہیں ان پر بھی فارسیت

غالب ہے(۱۰)۔ کیونکہ اقبال نے ابتدائی تعلیم روایتی طرز کی قدیم درس گاہوں میں حاصل کی تھی۔ان کا زیادہ وقت مولوی میر حسن کے مکتب میں گزرا جن کے پڑھانے کا انداز ایسا تھا کہ اپنے شاگردوں میں اُردو، فارسی، عربی کا صحیح لسانی وادبی ذوق پیدا کر دیتے۔انہیں عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی کے ہزاروں شعراز بر تھے۔ فارسی کے کسی شعر کی تشریح کرتے وقت وہ اس کے مترادف اُردو، پنجابی کے بیسیوں اشعار پڑھ ڈالتے تا کہ اس کا مطلب پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔اس زمانے کے معمول کے مطابق شاہ صاحب نے اقبال کو گلستان، بوستان، سکندر نامہ، انوار سہیلی اور تصانیفِ ظہوری کا درس دینا شروع کیا۔ان کتابوں کا درس عام طور پر فارسی کے طالب علموں کو دیا جاتا ہے۔ان تصانیف سے اقبال کے اندر فارسی ادب کا احترام پیدا کرانا تھا(۱۱)۔مکتب اور سکول کے اوقات کے بعد بھی، اقبال کا زیادہ تر وقت میر حسن کی صحبت میں گزرتا تھا۔جنہوں نے اقبال کی طبیعت میں فارسی شاعری کا ذوق پختہ کر دیا۔اقبال ان سے اکتسابِ فیض کے معترف ہیں(۱۲)۔

اقبال نے فارسی شعروادب کے وسیع مطالعے سے، جو ہمہ گیر اثرات قبول کئے اس کے نتیجے میں تقریباً ستر کے قریب شعراء، ان کے کلام میں مذکور ملتے ہیں(۱۳)۔مزید براں! فارسی شاعری کے مصرعوں اور شعروں پر تضمینوں، تراجم اور دیگر تاثرات قبول کرنے کے لحاظ سے اقبال تمام اُردو شعرا میں سرِفہرست ہیں(۱۴)۔فارسی شاعری سے اقبال کی ہمہ گیر اثر پذیری میں حافظ اور رومی کے نام سب سے نمایاں ہیں۔

فن، اسلوب اور شاعرانہ پہلو سے قطع نظر، فکری اعتبار سے اقبال پر سب سے زیادہ اثر پیرِ روم کا ہے۔ یہ ذکر آ چکا ہے کہ رومی کی مثنوی، علامہ میر حسن کی تین پسندیدہ کتابوں میں شامل تھی۔ رومی سے اقبال کے فکری تعلق میں میر حسن کا تلمذ ایک بنیادی عنصر ہے۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ انہوں نے اپنا مطالعہ قرآن اور مثنوی(۱۵) تک محدود کر لیا۔

اقبال نے اُردو میں کوئی چھ ہزار اشعار لکھے ہیں اور فارسی میں تقریباً نو ہزار۔اُردو میں اقبال نے زیادہ تر قدیم اسلوب اپنایا اور اصنافِ سخن اور ہیئتِ شعر کے نئے تجربے بہت کم پیش کئے(۱۶) مگر اپنے افکار و تصورات کے اظہار کے لئے اُن سب اسالیب سے فائدہ اٹھایا جو ان کے ''محسوس کئے افکار'' کا بوجھ برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔''صوفیانہ علامتیت'' کے علاوہ انہوں نے وہ اشتیاق انگیز جذباتی (اور بعض اوقات ہیجانی) پیرائے بھی اپنا لئے ہیں جن میں یہ استعداد موجود تھی کہ ایک طرف ان میں ''فکر'' اپنی پوری معنویت کے ساتھ سما جائے اور دوسری طرف ان کے افکار کی زبان جذبے کی زبان بن جائے اور نہ صرف جذبے کی زبان بن جائے بلکہ اعلیٰ غنائی شاعری کا انداز اختیار کرتے ہوئے شدید شخصی جذبہ بن کر ظاہر ہو۔اس غرض کے لئے انہوں نے اول تو فارسی کے صوفی شاعروں کے اشتیاق اور مفکر شاعروں کے علامتی پیرایہ ہائے اظہار سے فائدہ اٹھایا پھر فارسی کی عاشقانہ شاعری (خصوصاً عہدِ مغلیہ کی پرزور شعری روایتوں) کو اپنے سامنے رکھا اور ان کی مدد سے ایک ایسا ''اسلوبِ بیان'' پیدا کیا جس کے ذریعے وہ اپنے عظیم افکار کو بڑی کامیابی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر سکے(۱۷)۔

اقبالؒ کا پہلا اُردو مجموعہ کلام ''بانگِ درا'' ۱۹۲۴ء(۱۸) میں شائع ہوا جس میں اقبال نے غزل کے تین دور متعین کئے ہیں یعنی آغاز سے ۱۹۰۵ء تک کا دور پہلا دور ہے۔۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک غزل کا دوسرا دور ہے اور ۱۹۰۸ء سے بعد کا دور تیسرا دور ہے(۱۹)۔ بالِ جبریل کی غزلیات علامہ اقبال کا چوتھا اور آخری دور تصور کی جاتی ہیں، چونکہ بالِ جبریل اور ضربِ کلیم کی غزلیات میں فنی اور معنوی اعتبار سے کوئی نمایاں فرق نہیں ہے لہٰذا دونوں مجموعوں کی غزلیات چوتھے دور کی غزلیات شمار کی جاتی

ہیں(۲۰)۔

بانگِ دار کے تینوں ادوار کی شاعری موضوعات کی رنگا رنگی اور اسالیبِ بیان کے تنوع کی وجہ سے پوری اردو شاعری میں منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ تینوں ادوار متعدد خصوصیات کی وجہ سے ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں مگر تینوں میں نقطۂ نظر کی ایک یکسانیت بھی موجود ہے(۲۱)۔ انہوں نے متعدد نئی تراکیب تخلیق کیں۔ روایتی غزل کے متداول الفاظ کے معانی میں توسیع کے ساتھ انہیں نئے مفاہیم بھی عطا کئے۔ ''پرانے اشارے کو نئے مشار'' الیہ سے ہمکنار کیا اور پرانی رمز کو نیا مرموز دیا۔ ساتھ ہی کچھ نئی اشاریت بھی اختراع کی۔ کچھ مضمون پرانے ہی رہے مگر اظہار کا پیرایہ نیا ہو گیا (۲۲)۔ جس کو ڈاکٹر خطیبی صاحب نے اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ علامہ اقبال کو خود ان کی ذات میں ایک الگ مکتب جانتے ہیں اور ان کے اسلوب و انداز اور فکر و خیال کے مجموعہ مظاہر کو''سبکِ اقبال'' قرار دیتے ہیں (۲۳)۔ اقبال کی غزل کا پہلا دور آغاز سے ۱۹۰۵ء تک کا دور ہے۔ اس دور میں موضوعات کے اعتبار سے اقبال کی غزل روایتی مضامین یعنی تصوف، اخلاق، حسن و عشق، وعدہ محبوب اور شوق دیدار کی غزل ہے۔ اس زمانے میں داغ دہلوی اور امیر مینائی کی غزلوں کا بہت چرچا تھا۔ دور و نزدیک سے نئے غزل گو شعراء داغ سے اپنی غزلوں پر اصلاح لیتے تھے۔ اقبال نے بھی داغ کی باقاعدہ شاگردی اختیار کی مگر جلد ہی بقول داغ اقبال کے کلام میں اصلاح کی گنجائش نہ رہی۔ اس زمانے میں اقبال کی غزل پر فارسی بھی غالب ہے۔ مگر داغ کی پیروی میں جو غزلیں اقبال نے کہی ہیں ان میں زبان اور روزمرہ کی سادگی پائی جاتی ہے۔ موضوعات عاشقانہ ہیں اور ان میں تغزل کی شوخی بھی ہے (۲۴)۔ ان اشعار پر داغ کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے:-

بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا
تیری آنکھ مستی میں ہشیار کیا تھی!
تامّل تو تھا اُن کو آنے میں قاصد
مگر یہ بتا طرزِ انکار کیا تھی؟ (۲۵)

مندرجہ بالا اشعار میں زبان سادہ اور روزمرہ کے مطابق ہے، مگر اسی دور میں غزلوں میں فارسی تراکیب کا استعمال بھی بکثرت ملتا ہے اور غزل پر فارسی تراکیب کا اثر نظر آتا ہے۔ گلزارِ ہست و بود، ہستی ناپائدار، نقش کف پائے یار، دامِ تمنا، پرسشِ اعمال، وقتِ رحیل کارواں اور جنبشِ مژگان (۲۶) اور اس قسم کی دوسری فارسی تراکیب اس دور کی غزل میں عام ملتی ہیں۔ اسلوب کے اعتبار سے اقبال کے اشعار مطلع اور مقطع کی پابندی سے آزاد نظر آتے ہیں۔ مضامین کے اعتبار سے اس دور کی غزل بیشک روایتی مضامین کی حامل غزل ہے لیکن اس کے باوجود اسی دور میں کہیں کہیں مستقبل کے اقبال کی جھلک بھی نظر آتی ہے(۲۷) مثلاً:-

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی
رستہ بھی ڈھونڈ ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دے (۲۸)

مضامین اور اسلوب کے اعتبار سے اقبال کی پہلے دور کی غزل کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ

الف۔ غزل میں روایتی مضامین مثلاً حسن و عشق اور تصوف وغیرہ کا ذکر ملتا ہے البتہ کہیں کہیں مستقبل کے اقبال کا فلسفیانہ

رنگ بھی اپنی جھلک دکھاتا ہے۔

ب۔ فارسی تراکیب بھی موجود ہیں لیکن داغ کے رنگ میں سادہ اور رواں اشعار بھی ملتے ہیں۔

ج۔ غزل کے روایتی اسلوب میں بھی اقبال نے تبدیلیاں کی ہیں اور اکثر اشعار میں مطلع اور مقطع کا التزام موجود نہیں ہے۔

ان باتوں سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ پہلے دور تک غزل میں اقبال کا کوئی واضح اندازِ نظر متعین نہیں ہوا تھا(۲۹)۔

دوسرا دور ۱۹۰۵ء میں ان کی یورپ کے لئے روانگی سے لیکر ۱۹۰۸ء میں ان کی یورپ سے واپسی تک کے عرصہ پر محیط ہے۔ اقبال کے ادبی و فکری ارتقا میں یہ تعلیمی سفر اور زمانہ قیامِ یورپ کے مشاہدات و تجربات از حد اہم ہیں۔ اس تمام عرصہ میں انہیں شعری مشغلہ کے لئے بہت کم وقت ملا کیونکہ ان کا زیادہ وقت اعلیٰ تعلیم کے حصول، پی، ایچ، ڈی کے لئے تحقیقی مصروفیات اور مغربی افکار کے مطالعہ میں صرف ہوتا رہا۔ شاید ان ٹھوس علمی مصروفیات کا یہی اثر تھا کہ ایک مرحلہ پر وہ شاعری کو بیکار محض تصور کرنے لگے۔ آپ نے شاعری کو ترک تو نہ کیا البتہ علمی مصروفیات کے باعث نسبتاً کم وقت دیا(۳۰)۔ چنانچہ دوسرے دور کی غزلوں میں طنز کی ہلکی سی لہر بھی پیدا ہوئی جو اس معاشرے کو بنظرِ غائر دیکھنے کا نتیجہ تھی۔ اس دور کی غزلوں میں عاشقانہ رسمی مضامین کی جگہ نئے مضامین نے لے لی یعنی اب غزل عشق و محبت، حسن و جمال اور اخلاق کے تذکرے سے نکل کر عصری سیاست کے دائرے میں داخل ہوگئی(۳۱)۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے! (۳۲)
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہو گا!

کمال وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوکِ نشتر سے تو جو چھیڑے
یقیں ہے مجھ کو گرے رگِ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا (۳۳)

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
بنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے (۳۴)

اقبال کی اس دور کی شاعری میں یورپ کے مشاہدات کا عکس واضح نظر آتا ہے۔ یورپ کی ترقی کے مشاہدے نے ان پر یہ راز کھولا کہ زندگی مسلسل جدوجہد، مسلسل حرکت، مسلسل تگ ودو، اور مسلسل آگے بڑھتے رہنے سے عبارت ہے۔ اس صورتِ حال نے اقبال کو اس قدر متاثر کیا کہ انہوں نے اپنے ہم وطنوں کو نظریۂ زندگی درست کر لینے کی تلقین شروع کر دی(۳۵)۔ مذکورہ بالا اشعار مضمون اور زبان کے اعتبار سے پہلے دور کی غزل سے کتنے مختلف ہیں اور اسی دور سے اقبال ایک پیغام بر شاعر کی حیثیت سے ہمارے سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ غزل کے مضامین نئے ہیں اور زبان میں پہلے دور کی سادگی کی بجائے فارسی زبان و تراکیب کی طرف شاعر مائل ہو چکا ہے(۳۶)۔ اقبال نے اس دور میں کل سات غزلیں تحریر کیں جو بانگِ درا کے حصہ دوم کی زینت ہیں(۳۷)۔

اقبال کی غزل کا تیسرا دور ۱۹۰۸ء سے بعد کا دور ہے جو یورپ سے واپسی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس عرصے میں بھی اقبال کی غزل خوب سے خوب تر کا سفر طے کرتی رہی ہے۔ یہ دور بھی دوسرے دور کی غزل کی طرح مضمون اور زبان کے اعتبار

سے جدت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔اس دور کی غزل میں مضامین کے اعتبار سے اقبال کی انفرادیت نمایاں نظر آتی ہے۔اس دور کی غزلوں میں اقبال اپنے مخصوص طرزِ فکر اور نظریۂ حیات کے ساتھ صاف طور پر پہچانے جاتے ہیں(۳۸)۔اس دور کی غزل کا انداز ملاحظہ ہو:-

پھر بادِ بہار آئی ،اقبال غزل خواں ہو
غنچہ ہے اگر، گل ہو، گل ہے تو گلستاں ہو (۳۹)

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے، نگاہِ آئنہ ساز میں (۴۰)

پختہ ہوئی ہے، اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی (۴۱)

ان اشعار میں ایک نئی آواز اور ایک نئے لہجے کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔بات کہنے میں فارسی اسلوب نمایاں ہے لیکن اس میں بڑی حد تک ترنم کی خوبی موجود ہے۔تیسرے دور کی غزل کی ایک خاص بات کہ اس دور میں فکرِ اقبال کے بعض پہلو نمایاں طور پر شاعری میں ظاہر ہونے لگے۔پہلے اور دوسرے دور کی غزل میں کہیں کہیں جو ناہمواری نظر آتی ہے وہ تیسرے دور میں بڑی حد تک ختم ہوگئی ہے اور غزل میں ''پُر تغزل نظمیت'' (۴۲) کا جوہر بڑھ گیا ہے۔یہاں اشارۃً ''پختہ ہوتی ہے، اگر مصلحت اندیش ہو عقل'' والی غزل کی طرف ہے۔اب اقبال کا زاویہ نظر ایک حد تک متعین ہو چکا ہے اور شاعر کی فکر کا انفرادی رنگ غزل میں ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے۔نئی نئی تراکیب ،جبینِ نیاز، نگاہِ آئینہ ساز،فریب گوش،اور بارِ دوش وغیرہ کا استعمال زبان و بیان کی پختگی پر دلالت کرتا ہے۔انسانی عظمت اس دور کی غزلیات کا اہم موضوع ہے(۴۳)۔

تیسرے دور کی غزل ارتقاء کی طرف ایک اور واضح قدم ہے۔اس میں اقبال کی غزلیں کمالِ فن کا اظہار کرنے لگی ہیں اور'' بالِ جبریل'' میں اس شعلۂ آفریں پر نظر آتی ہیں۔لفظی و معنوی ہم آہنگی کی بنا پر اکثر غزلیں مکمل فن پارے بن گئی ہیں(۴۴)۔

بالِ جبریل کی غزلیات کا تعلق علامہ اقبال کی چوتھے دور کی غزلیات سے ہے۔بالِ جبریل جنوری ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی (۴۵)۔بانگِ درا اور بالِ جبریل کی اشاعت میں گیارہ سال کا فرق ہے اس وقت تک اقبال کی شاعری نہ صرف ارتقائی منازل طے کر چکی تھی بلکہ اقبال کی فکری حیثیت بھی متعین ہو چکی تھی۔اب اقبال اپنی فکر کے مخصوص نتائج تک پہنچ چکے ہیں۔لہٰذا اب بات کہنے کے انداز میں اعتماد کے ساتھ ساتھ ایک طرح کا جوش اور سرمستی بھی ہے(۴۶)۔

حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں
میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں !
تو نے یہ کیا غضب کیا! مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں! (۴۷)

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اُکسانے لگا مرغِ چمن (۴۸)

ہر دور میں علامہ اقبال کی غزلوں میں موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے تبدیلی پیدا ہوتی گئی۔اقبال کی غزل کے ارتقائی مراحل کا جائزہ لیتے ہوئے خلیفہ عبدالحکیم نے ''فکرِ اقبال'' میں ان کے فارسی کلام کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور بعض باتوں میں غالب اور اقبال کو مماثل ٹھہراتے ہوئے دونوں کے کلام میں تخیل اور تفکر کی دِلنشین آمیزش کا ذکر کیا ہے۔لیکن روح کو گرمانے والی ایک اور چیز جس کا نام کبھی دردِ دِل ہے اور کبھی سوزِ قلب اور کبھی عشق وجنون، غالب کے کلام میں بہت نمایاں نہیں۔غالب کے کلام میں اس بارے میں جو کمی ہے وہ اقبال کے کلام میں بڑی حد تک پوری ہو جاتی ہے اور بہت سی غزلوں اور قطعات میں وہ سنائی، عطار اور رومی کے دوش بدوش کھڑے نظر آتے ہیں(۴۹)۔

علامہ اقبال حکیم سنائی اور مولانا رومی سے بہت متاثر تھے اور ان دونوں فارسی شعرا کے ہاں بھی خطابت کا بانکپن موجود ہے۔درحقیقت ہر اس شاعر یا ادیب کو ایسے خطیبانہ اور پُر جوش لہجے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو کسی خاص مسلک کا پابند اور کسی خاص پیغام کا نقیب ہو۔یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال کے ہاں اس خطیبانہ لہجے نے جگہ پائی۔ایک انگریز نقاد کا کہنا ہے'' "Style is the man himself". یعنی اسلوب خود فنکار کا دوسرا نام ہے(۵۰)۔اس حوالے سے یہ خطیبانہ آہنگ اقبال کے ہنگامہ آفرین پیغام اور ان کی شعلہ صفت فکر کا آئینہ دار ہے کیونکہ ان کی ہر غزل اور نظم خوبصورت فارسی تراکیب سے مزین ہے(۵۱)۔

خلیفہ عبدالحکیم نے ایک مخصوص نظم کے تغزل کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے۔وہ کہتے ہیں:-

''ویسے تو اردو اور فارسی کا تمام تغزل عاشقانہ شاعری میں ہے۔لیکن اردو اور فارسی کے کسی شاعر کے کلام میں اس قسم کی لطیف عاشقانہ غزل یا نظم نہ ملے گی''(۵۲)۔

اقبال کی تمام شاعری جس میں نظمیں بھی شامل ہیں تغزل کی خوبی سے بہرہ ور ہیں لیکن بالِ جبریل کی غزلیں خصوصی طور پر تغزل میں رچی بسی ہیں۔تغزل کو بنیادی مفہوم کے اعتبار سے اسے ایک ایسی کیفیت قرار دیا جا سکتا ہے جو محبوب مجازی کے ذکر سے شاعری میں پیدا ہوتی ہے۔بالِ جبریل کے یہ اشعار اقبال کی غزل میں تغزل کی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں(۵۳):-

گیسوے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر
ہوش و خرد شکار کر ، قلب و نظر شکار کر(۵۴)

تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دِل کا وہ زمانہ؟
وہ ادب گہِ محبت! وہ نگہ کا تازیانہ! (۵۵)

اقبال ایک فلسفی اور صاحبِ پیغام شاعر ہیں(۵۶)۔ان کی شاعری سیاسی، معاشرتی، بین الاقوامی مسائل اور حیات و کائنات کے گہرے مسائل کا بیان ہے۔اس چیز نے غزل کے دامن کو وسیع سے وسیع تر کر دیا۔موضوعات کے اعتبار سے بالِ جبریل کی غزلیات بے حد متنوع شکل اختیار کر گئیں۔غزل میں چونکہ علامہ کا موضوع جدید اور نیا تھا لہٰذا اسلوب بھی نیا رنگ اختیار کرتا گیا۔متنوع اور نئے افکار نے اسلوب میں جدت پیدا کی۔حضرت علامہ نے نئی نئی تراکیب وضع کیں۔غزل کے روایتی اور متعدد بار استعمال شدہ الفاظ مثلاً محمل، لیلیٰ، لالہ، شوق، بلبل، پروانہ، گیسو اور حسن وعشق کو انہوں نے اپنی خلّاقی کے زور سے طرح طرح کے معنی پہنا کر ان میں نئی روح پھونک دی۔غزل کی روایتی زبان کو غزل ہی میں اس طرح استعمال کرنا کہ

ایک لفظ مختلف انداز میں زیورِ معانی سے آراستہ معلوم ہوا قبال کا بہت بڑا کارنامہ ہے (۵۷)۔

حوالہ جات:

۱۔ نظیر صدیقی - یونٹ ۶ - اردو غزل - پاکستانی ادب (۴۲۷) - بی،اے، یونٹ ا تا ۹ - علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد - ایڈیشن اول - ۱۹۸۳ء، ص ۱۵۳

۲۔ ایضاً ص ۱۶۵

۳۔ نظیر صدیقی - یونٹ ۱۶ - غزلیاتِ اقبال - اقبالیات - ۳۰۳، یونٹ ۱۱ تا ۱۸ - علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، اشاعت دوم، ۱۹۹۰ء، ص ۱۵۲

۴۔ ایضاً ص ۱۵۳ تا ۱۵۵

۵۔ منّزہ ماجد - تسہیلِ نگارہ - تسہیلِ اقبال - طابع و ناشر - یاور جواد ماجد - صوفی تبسم اکیڈمی، ای ۸۶۰، سیکٹر ۲، خیابان سرسید، راولپنڈی - باراول - ۱۲ اپریل ۱۹۹۳ء، ص ۵۲

۶۔ وحید قریشی، ڈاکٹر - مرتب - ارمغانِ ایران - مجلس ترقی ادب، لاہور - طبع اول - اکتوبر ۱۹۷۱ء، ص ۱۸۵

۷۔ نظیر صدیقی - یونٹ ۱۶ - غزلیاتِ اقبال - اقبالیات - ۳۰۳، یونٹ ۱۱ تا ۱۸، ص ۱۵۶

۸۔ محمد زکریا، ڈاکٹر خواجہ - یونٹ ۳ - علامہ اقبال کی اردو تصانیف - اقبالیات - ۴۰۵، یونٹ ۱ تا ۹، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد - ایڈیشن دوم - ۱۹۸۴ء، ص ۷۰

۹۔ فرمان فتح پوری - اقبال سب کے لئے - اردو اکیڈمی سندھ، کراچی - طبع اول - ۱۹۷۸ء، ص ۴۰۰

۱۰۔ گوہر نوشاہی - مرتب - مطالعہ اقبال - بزمِ اقبال لاہور - طبع دوم - مئی ۱۹۸۳ء، ص ۳۱۰

۱۱۔ محمد وسیم انجم - اقبال کا ذہنی و فنی ارتقاء - نازکو آرٹ پرنٹرز لیاقت روڈ (انجم پبلشرز - کمال آباد) راولپنڈی - طبع اول - ۱۹۹۴ء، ص ۳۴

۱۲۔ رفیع الدین ہاشمی - مرتب - خطوطِ اقبال - مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور - اشاعت اول - ۱۹۷۶ء، ص ۳۷

۱۳۔ محمد ریاض، ڈاکٹر - اقبال اور فارسی شعراء - اقبال اکادمی پاکستان لاہور - طبع اول - ۱۹۷۷ء، ص ۲۲

۱۴۔ ایضاً، ص ۴۰

۱۵۔ عطا اللہ شیخ - ایم - اے - مرتب - اقبال نامہ - حصہ دوم - شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور، ۱۹۵۱ء، ص ۲۷، ۲۸

۱۶۔ محمد ریاض، ڈاکٹر - یونٹ ۹، ۱۰ - تصانیفِ اقبال فارسی، انگریزی - اقبالیات - ۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد - تاریخ ندارد - ص ۲۴

۱۷۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید - مسائل اقبال - مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور - اشاعت دوم - جون ۱۹۸۷ء، ص ۶۵

۱۸۔ سلیم اختر - اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ - سنگ میل پبلی کیشنز اردو بازار، لاہور - باراول - ستمبر ۱۹۷۱ء، ص ۲۰۲

۱۹۔ اقبال - کلیاتِ اقبال (اردو) - شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز - طبع دوم - اگست ۱۹۹۱ء، ص ۳ تا ۵

۲۰۔ نثار احمد قریشی - یونٹ ۱۴ - غزلیاتِ اقبال - اقبالیات - ۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۰

۲۱۔ محمد زکریا، ڈاکٹر خواجہ-یونٹ ۳-علامہ اقبال کی اردو تصانیف-اقبالیات-۴۰۵، یونٹ ۱ تا ۹،ص ۷۰
۲۲۔ محمد منور، پروفیسر-علامہ اقبال کی فارسی شاعری-ناشر، ایوانِ اردو، ڈی ۱۴۳۳ بلاک ''بی''، نارتھ ناظم آباد، کراچی، مطبع، سول اینڈ ملٹری پریس، کراچی-طبع اول- جنوری ۱۹۷۷ء، ص ۱۳۳
۲۳۔ ایضاً ص ۱۵۸
۲۴۔ نثار احمد قریشی-یونٹ ۱۴-غزلیاتِ اقبال-اقبالیات-۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۰
۲۵۔ اقبال-کلیاتِ اقبال (اردو)-ص ۹۹
۲۶۔ ایضاً ص ۹۸ تا ۱۰۲
۲۷۔ نثار احمد قریشی-یونٹ ۱۴-غزلیاتِ اقبال-اقبالیات-۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۱
۲۸۔ اقبال-کلیاتِ اقبال (اردو)-ص ۱۰۷
۲۹۔ نثار احمد قریشی-یونٹ ۱۴-غزلیاتِ اقبال-اقبالیات-۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۱
۳۰۔ محمد وسیم انجم-اقبال کا ذہنی وفنی ارتقاء-ص ۸۳
۳۱۔ نثار احمد قریشی-یونٹ ۱۴-غزلیاتِ اقبال-اقبالیات-۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۲
۳۲۔ اقبال-کلیاتِ اقبال (اردو)-ص ۱۴۱
۳۳۔ ایضاً ص ۱۳۷
۳۴۔ ایضاً ص ۱۳۶
۳۵۔ محمد وسیم انجم-اقبال کا ذہنی وفنی ارتقاء-ص ۸۵
۳۶۔ نثار احمد قریشی-یونٹ ۱۴-غزلیاتِ اقبال-اقبالیات-۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۲
۳۷۔ جاوید اقبال-زندہ رود-اول-شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ پبلشرز-اشاعت سوم-۱۹۸۵ء، ص ۱۲۸
۳۸۔ نثار احمد قریشی-یونٹ ۱۴-غزلیاتِ اقبال-اقبالیات-۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۲
۳۹۔ اقبال-کلیاتِ اقبال (اردو)-ص ۲۸۰
۴۰۔ ایضاً ص ۲۸۱
۴۱۔ ایضاً ص ۲۷۸
۴۲۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید-مرتب-اقبالیات کا مطالعہ، پروفیسر سید وقار عظیم-اقبال اکادمی پاکستان، لاہور-طبع اول-۱۹۷۷ء، ص ۱۴۵
۴۳۔ نثار احمد قریشی-یونٹ ۱۴-غزلیاتِ اقبال-اقبالیات-۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۳
۴۴۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید-مرتب-اقبالیات کا مطالعہ، پروفیسر سید وقار عظیم ؒص ۱۴۵
۴۵۔ ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین-اقبال کا ذہنی ارتقاء-مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور، جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۱۷۶
۴۶۔ نثار احمد قریشی-یونٹ ۱۴-غزلیاتِ اقبال-اقبالیات-۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۳
۴۷۔ اقبال-کلیاتِ اقبال (اردو)-ص ۲۹۷
۴۸۔ ایضاً ص ۳۲۲

۴۹۔ عبدالحکیم، ڈاکٹر خلیفہ۔فکرِ اقبال۔ بزمِ اقبال لاہور۔طبع ششم۔ جون ۱۹۸۸ء، ص ۳۷، ۳۸

۵۰۔ عرفان صدیقی (مضمون: اقبال کا اسلوب)۔سرسیدین۔ادارت۔ بدر منیر الدین بدر۔محمد شکیل عاصم۔فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج راولپنڈی، فروری ۱۹۸۳ء، ص ۲۷

۵۱۔ ایضاً ص ۴۷

۵۲۔ عبدالحکیم، ڈاکٹر خلیفہ۔فکرِ اقبال۔ص ۶۹

۵۳۔ نثار احمد قریشی۔ یونٹ ۱۴۔غزلیاتِ اقبال۔اقبالیات۔۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۶

۵۴۔ اقبال۔کلیاتِ اقبال (اردو)۔ص ۲۹۹

۵۵۔ ایضاً۔ص ۳۰۷

۵۶۔ نثار احمد قریشی۔ یونٹ ۱۴۔غزلیاتِ اقبال۔اقبالیات۔۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۶

۵۷۔ ایضاً ص ۲۰۳

۶۱۔ ایضاً ص ۲۷۸

۶۲۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔ مرتب۔ اقبالیات کا مطالعہ، پروفیسر سید وقار عظیم۔ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور۔طبع اول۔۱۹۷۷ء، ص ۱۴۵

۶۳۔ نثار احمد قریشی۔یونٹ ۱۴۔غزلیاتِ اقبال۔اقبالیات۔۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۳

۶۴۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔مرتب۔اقبالیات کا مطالعہ، پروفیسر سید وقار عظیم، ص ۱۴۵

۶۵۔ ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین۔اقبال کا ذہنی ارتقاء۔مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور، جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۱۷۶

۶۶۔ نثار احمد قریشی۔ یونٹ ۱۴۔غزلیاتِ اقبال۔اقبالیات۔۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۳

۶۷۔ اقبال۔کلیاتِ اقبال (اردو)۔ص ۲۹۷

۶۸۔ ایضاً ص ۳۲۲

۴۹۔ عبدالحکیم، ڈاکٹر خلیفہ۔فکرِ اقبال۔ بزمِ اقبال لاہور۔طبع ششم۔ جون ۱۹۸۸ء، ص ۳۷، ۳۸

۵۰۔ عرفان صدیقی (مضمون: اقبال کا اسلوب)۔سرسیدین۔ادارت۔ بدر منیر الدین بدر۔ محمد شکیل عاصم۔ فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج راولپنڈی، فروری ۱۹۸۳ء، ص ۲۷

۵۱۔ ایضاً ص ۴۷

۵۲۔ عبدالحکیم، ڈاکٹر خلیفہ۔فکرِ اقبال۔ص ۶۹

۵۳۔ نثار احمد قریشی۔ یونٹ ۱۴۔غزلیاتِ اقبال۔اقبالیات۔۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۶

۵۴۔ اقبال۔کلیاتِ اقبال (اردو)۔ص ۲۹۹

۵۵۔ ایضاً۔ص ۳۰۷

۵۶۔ نثار احمد قریشی۔ یونٹ ۱۴۔غزلیاتِ اقبال۔اقبالیات۔۴۰۵، یونٹ ۱۰ تا ۱۸، ص ۲۰۶

۵۷۔ ایضاً ص ۲۰۳